چند قواعدِ فقہیہ کی وضاحت

علامہ ابوالعرفان محمد انور مگھالوی

قواعدِ فقہیہ کی تشریح:

قاعدہ نمبر ۱:

"لَا ثَوَابَ اِلَّا بِالنِّیَّۃِ۔ (ثواب کا دارومدار نیت پر ہے۔

اس قاعدہ کی اصل اور بنیاد حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی ہے۔

"عن عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول انما الاعمال بالنیات. (بخاری شریف)

(حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کو یہ فرماتے سنا کہ اعمال صرف نیتوں کیساتھ ہیں)

مذکورہ حدیث طیبہ کی وضاحت میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

"ثَوَابُ الْاَعْمَالِ لَا یَکُوْنُ اِلَّا بِالنِّیَّۃِ"

(اعمال کا ثواب نیتوں کے بغیر حاصل نہیں ہوگا)۔

نیت کی تعریف:

"فِی اللُّغَۃِ الْقَصْدُ کَمَا فِی الْقَامُوْسِ نَوٰی الشَّیْءَ"

(لغت میں نیت کا معنی ارادہ کرنا ہے جیسا کہ قاموس میں ہے۔ "نوی الشئی" (اس نے کسی شئی کا قصد کیا)۔

شرعی تعریف:

"تَوَجُّہُ الْقَلْبِ نَحْوَ الْفِعْلِ اِبْتِغَاءً لِوَجْہِ اللّٰہِ" (مرقات، ج۱، ص۴۰)

(اللہ تعالٰی کی رضا چاہنے کے لئے کسی کام کی طرف دل کو متوجہ کرنا نیت کہلاتا ہے)۔

امام محمد بن ادریس شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا سن ولادت ۱۵۰ ہجری اور سن وفات ۲۰۴ ہجری ہے ☆

"اَلْإِرَادَةُ الْمُتَوَجِّهَةُ نَحْوَ الْفِعْلِ ابْتِغَاءً لِوَجْهِ اللهِ تَعَالٰى وَامْتِثَالاً لِحُكْمِهٖ" (بیضاوی شریف)

(اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے اور اس کے حکم کی پیروی کرنے کے لئے کسی کام کی طرف متوجہ ہونے والا ارادہ نیت کہلاتا ہے)۔

"قَصْدُ الطَّاعَةِ وَالتَّقَرُّبِ اِلَى اللهِ تَعَالٰى فِيْ اِيْجَادِ الْفِعْلِ" (التلویح)

(کسی کام کے کرنے میں اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اس کے قرب کے حصول کا قصد کرنا نیت کہلاتا ہے)۔

ان تعریفات کی روشنی میں مذکورہ قاعدہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ جب تک کوئی عمل خالصتاً اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور اس کی بارگاہ کا قرب حاصل کرنے کے لئے پورے انہماک اور کامل توجہ سے نہ کیا جائے تب تک اس پر ثواب حاصل نہیں ہوگا۔ اپنے الفاظ کے اعتبار سے یہ قاعدہ مختصر ہے مگر مسائل میں استعمال کے لحاظ سے انتہائی وسیع ہے۔

مثالیں:

۱۔ تمام عبادات کے صحیح ہونے کے لئے نیت کرنا بنیادی شرط ہے کیونکہ اسی کے ذریعہ عبادت کو عادت سے ممتاز کیا جاتا ہے۔

مثلاً نماز کے صحیح ہونے کے لئے ضروری ہے کہ اس کے فرض، واجب، سنت اور نفل وغیرہ کی نیت کی جائے اسی طرح باجماعت نماز کی ادائیگی کے صحیح ہونے کے لئے بھی امامت اور اقتداء کی نیت کا ہونا ضروری ہے۔

۲۔ زکوٰۃ کی ادائیگی بھی تب صحیح ہوتی ہے جب زکوٰۃ ادا کرتے وقت یا اپنے مال سے مال زکوٰۃ الگ کرتے وقت نیت کی جائے اسی لئے احناف کے معتمد علیہ قول کے مطابق زکوٰۃ بالاکراہ جائز نہیں ہوتی جیسا کہ "محیط" میں ہے۔

"وَمَنْ اِمْتَنَعَ عَنْ اَدَاءِ الزَّكٰوةِ فَالسَّاعِيْ لَا يَأْخُذُ مِنْهُ كَرْهًا وَّلَوْ اَخَذَ لَا يَقَعُ عَنِ الزَّكٰوةِ لِكَوْنِهَا بِلَا اِخْتِيَارٍ وَّلٰكِنْ يُجْبِرُهٗ بِالْحَبْسِ لِيُؤَدِّيَ بِنَفْسِهٖ"

علم و فن میں حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا کوئی ثانی نہیں : (محدث ابوزرعہ)

(جس نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کردیا تو زکوٰۃ وصول کرنے والا جبراً اس سے وصول نہ کرے اور اگر اس نے وصول کی تو اس کی جانب سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوگی کیونکہ اس کی رضا کے بغیر وصول کی گئی ہے لیکن عامل (زکوٰۃ وصول کرنے والا) ایسے حالات میں بذریعہ حبس (قید) اسے مجبور کرسکتا ہے تا کہ وہ بذاتِ خود زکوٰۃ ادا کرے)۔

اسی طرح حاشیہ کنز میں موجود ہے۔

"شَرْطُ صِحَةِ اَدَاءِ الزَّكٰوةِ النِّيَةُ وَقْتَ الْاَدَاءِ لِاَنَّهَا عِبَادَةٌ فَلاَ تَصِحُّ بِدُوْنِ النِّيَةِ وَقْتَ الْاَدَاءِ كَسَائِرِ الْعِبَادَاتِ" (ص ۵۶)

(زکوٰۃ کی ادائیگی کے صحیح ہونے کے لئے ادائیگی کے وقت نیت کرنا شرط ہے کیونکہ یہ عبادت ہے۔ اسی لئے دیگر عبادات کی طرح ادائیگی کے وقت نیت نہ کرنے سے صحیح نہیں ہوتی)۔

۳۔ اسی طرح دیگر عبادات مثلاً روزہ، حج اور اعتکاف کی ادائیگی کے صحیح ہونے کے لئے بھی نیت ضروری ہے انہیں فرض، واجب، سنت اور نفل میں سے جس نیت کے ساتھ ادا کیا جائے گا اسی حکم کے ساتھ ادا ہوں گے اور اسی کے مطابق اجر بھی مرتب ہوگا۔

(۲) عبادات کی طرح قربانی کا جانور خریدتے وقت اس کی نیت کرنا، جہاد کے وقت اعلائے کلمۃ الحق کا قصد کرنا اور وصیت و وقف وغیرہ میں قربت کا ارادہ کرنا حصول ثواب کے لئے ضروری ہے۔

(۳) نکاح کرنا سنت مؤکدہ ہے مگر غلبہ شہوت کی صورت میں واجب ہے اس کے متعلق احناف کا مؤقف یہ ہے:

"اِنَّهُ اَقْرَبُ اِلَى الْعِبَادَاتِ حَتّٰى اَنَّ الْاِشْتِغَالَ بِهِ اَفْضَلُ مِنَ التَّخَلِّيْ لِمَحْضِ الْعِبَادَةِ" (الاشباہ والنظائر، ۲۳)

(بے شک نکاح عبادت کے زیادہ قریب ہے یہاں تک کہ صرف عبادت کی نیت سے خلوت نشینی اختیار کرنے کی نسبت نکاح کرنا افضل ہے)۔

اور اس کی تائید حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے بھی ہوتی ہے:

"قَوْلُهُ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَنْ كَانَ عَلٰى دِيْنِىْ وَ دِيْنِ دَاوٗدَ وَسُلَيْمَانَ وَاِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ فَلْيَتَزَوَّجْ وَاِنْ لَّمْ يَجِدْ اِلَيْهِ سَبِيْلاً فَلْيُجَاهِدْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ" (کنزالدقائق، ۹۷)

(حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا جو میرے دین اور حضرات داؤد، سلیمان اور ابراہیم علیہم السلام کے دین پر ہے اسے چاہئے وہ شادی کرے اور اگر اس کی قدرت نہ پائے تو پھر اللہ کے راستہ میں جہاد کرے)۔

تو چونکہ یہ عبادت کے قریب ہے اس لئے حصول ثواب کے لئے اس میں بھی نیت کرنا ضروری ہے اور اس کی نیت یہ ہے:

"وَهُوَ اَنْ يَّقْصِدَ اِعْفَافَ نَفْسِهٖ وَتَحْصِيْنَهَا وَحُصُوْلَ وَلَدٍ"

(الاشباہ والنظائر)

(یعنی آدمی اپنی پاک دامنی، عورت کی عصمت کی حفاظت اور بچے کے حصول کی نیت سے نکاح کرے)۔

المختصر مذکورہ بالا تمام احکامات اور کئی دیگر معاملات میں اجر اور جزا کا انحصار نیت پر ہے۔ اگر نیت خالص ہوگی تو اس پر اجر وثواب بھی زیادہ مرتب ہوگا اور اگر نیت میں ریا اور تصنع وغیرہ کی آمیزش ہوگی تو پھر اجر اور ثواب بھی اسی کے مطابق کم ہوگا۔ واللہ اعلم بالصواب۔

قاعدہ نمبر ۲:

"الامور بمقاصدها"

(اعمال کے احکام ان کے مقاصد (نیات) کے مطابق ہوتے ہیں)۔

اعمال میں اجر وجزاء کا انحصار مقاصد اور نیات پر ہوتا ہے اور اغراض و مقاصد میں تغیر رونما ہونے سے ان کے احکام بھی تبدیل ہو جاتے ہیں اس کی تائید فرمان خداوندی اور ارشادِ نبوی سے ہوتی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

"مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْلَهٗ فِىْ حَرْثِهٖ ط وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ط وَمَالَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ٥

(الشوریٰ ۲۵: ۲۰)

☆ میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی) ☆

(جو آخرت کی کھیتی کا طلبگار ہو تو ہم (اپنے فضل وکرم سے) اس کی کھیتی کو اور بڑھا دیں گے اور جو شخص (صرف) دنیا کی کھیتی کا خواہشمند ہے تو ہم اسے اس سے دیں گے اور اس کے لئے آخرت میں کوئی حصہ نہیں ہوگا)۔

"مَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ط وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا" (آلِ عمران، پ۴، ۱۴۵)

(اور جو شخص دنیا کا فائدہ چاہتا ہے تو ہم اس کو اس سے دیتے ہیں اور جو شخص آخرت کا فائدہ چاہتا ہے تو ہم اسے اس میں سے دیتے ہیں)

اور حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَاتِ وَاِنَّمَا لِكُلِّ اِمْرِءٍ مَا نَوٰى" (الحدیث)

(اعمال کا انحصار صرف نیتوں پر ہے اور انسان کے لئے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی)۔

''مذکورہ آیات اور حدیث طیبہ کی روشنی میں قاعدہ کا مفہوم یہ ہوگا کہ جو عمل خالصتاً رضائے الٰہی کے حصول کے لئے کیا جائے گا اور اس میں کوئی دنیوی غرض اور منفعت مقصود نہیں ہوگی وہ تمام اعمال سے اعلیٰ اور ارفع ہوگا اور اس پر مرتب ہونے والا ثواب بھی کامل ہوگا اور اگر کسی عمل میں اطاعت خداوندی کے ساتھ ساتھ دنیوی مفاد بھی مطلوب ہوگا تو پھر دو میں سے اس کی ایک حیثیت ہوگی اگر دنیوی منفعت حلال ہوگی تو اس کا عمل درست ہوگا مگر دنیوی مقصد کے سبب ثواب کم ہوگا اور اگر دنیوی منفعت حرام ہوگی تو اس کا عمل بھی ضائع ہو جائے گا اور حرام مقصود کے سبب باعث عقاب ہوگا۔'' پھر دو میں سے اس کی ایک حیثیت ہوگی۔

مثالیں:

فریضہ حج ادا کرنے والا اگر خالصتاً حکم خداوندی کی تعمیل اور خالق کائنات کی خوشنودی کا قصد کرتا ہے تو اس کا حج کامل ہوگا اور اس پر ثواب بھی کامل حاصل ہوگا اور اگر سفر حج سے قبل وہ فریضہ کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ تجارت کا قصد بھی کر لیتا ہے تو چونکہ قصدِ تجارت شرعاً مباح ہے اس لئے فریضہ حج کی ادائیگی درست ہوگی۔ مگر دنیوی منفعت کی آمیزش کے سبب ثواب کم حاصل ہوگا اور اگر کسی نے حج سے نیت یہ کی کہ حاجی کہلواؤں گا، دوسروں کی نگاہ میں عزت وشرف بڑھ جائے گا

☆ کتاب وسنت سے اخذ کردہ احکام، فقہی احکام کہلاتے ہیں ☆

تو گویا اس نے صرف ریاء شہرت اور تصنع کا قصد کیا تو چونکہ ایسی نیت شرعاً حرام ہے اس لئے ارکان حج کی ادائیگی کے باوجود وہ ادا نہیں ہوگا اور اس حرام نیت کے سبب سوائے مشقت اور تکلیف کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔

۲۔ اگر راستے میں پڑی ہوئی چیز کسی نے اس نیت سے اٹھائی کہ اسے مالک تک پہنچ دے گا تو اس کا یہ عمل جائز ہوگا اور باعث اجر وثواب ہوگا اور اگر ذاتی استعمال کی نیت سے اٹھائی تو وہ غاصب اور گنہگار ہوگا اور اس کا یہ عمل باعث عتاب ہوگا۔

۳۔ میدانِ حرب میں اگر کفار نے اپنے لشکر کے سامنے اپنے ملک کے باسی مسلمانوں یا مسلمان قیدیوں کو بطور سپر (ڈھال) کھڑا کر دیا تو مسلم فوج نے اگر حملہ کرتے وقت کفار کا قصد کیا تو ان کا یہ اقدام درست ہوگا اگرچہ اس سے مسلمان بھائیوں کو بھی نقصان پہنچے اور اگر مسلمانوں کے قتال کا قصد کیا تو پھر ان کا عمل حرام ہوگا جیسا کہ ''الاشباہ والنظائر'' میں ہے:

''اَلْکَافِرُ اِذَا تَتَرَّسَ بِالْمُسْلِمِ فَاِنْ رَمَاهُ مُسْلِمٌ فَاِنْ قَصَدَ قَتْلَ الْمُسْلِمِ حَرُمَ وَاِنْ قَصَدَ قَتْلَ الْکَافِرِ لَا''

(۴) اگر کسی نے بزاز کے پاس کپڑا دیکھا اور زبان سے سبحان اللہ یا درود پاک وغیرہ کے الفاظ کہے اور اس سے مقصود کپڑے کی عمدگی اور اعلیٰ نوعیت کا اظہار ہو تو اس کا یہ عمل مکروہ ہوگا اگر مقصود کپڑے کی عمدگی کا اظہار نہ ہو تو پھر ایسا کہنا باعث اجر ہوگا۔☆

(۵) اگر آدمی اپنی ضرورت اور حاجت کے سبب بازار جاتا ہے تو اس کا یہ عمل مباح ہے اور اگر اس کے ساتھ وہ یہ نیت بھی کر لیتا ہے کہ اگر کسی کو برائی کرتے دیکھا تو اسے روک دوں گا تو اس کا جانا باعث ثواب بن جائے گا۔

(۶) میت کو ایصالِ ثواب کے لئے تیسرا، چوتھا اور چالیسواں وغیرہ کیا جاتا ہے اگر اس سے مقصود صرف یہ ہو کہ اس طرح لوگوں کو جمع کرنے میں آسانی ہوتی ہے اور یہ ایک امر مستحب ہے تو لامحالہ ایسا کرنا درست ہے اور اگر نیت یہ ہو کہ ایصالِ ثواب کا صرف یہی طریقہ ہے کہ ایام مخصوص ہوں اور کھانا اور دیگر اشیاء سامنے ہوں۔ علاوہ ازیں ایصالِ ثواب نہیں ہوسکتا تو پھر ایسا کرنا قطعاً درست نہیں اور اگر اسے فرض، واجب کا درجہ دے دیا جائے تو یقیناً ایسا نظریہ غلط ہے۔ مطلقاً ایصالِ ثواب سنت سے ثابت ہے اور اس کے لئے دن، وقت اور کھانے وغیرہ کی

☆ قال الشافعی رحمہ اللہ تعالی : الفقہاء کلہم عیال ابی حنیفہ فی الفقہ ☆

کوئی تخصیص نہیں۔ اگر مصلحت کے پیش نظر تعیین کر دی جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں۔

قاعدہ نمبر ۳:

"اَلْیَقِیْنُ لَا یَزُوْلُ بِالشَّکِّ" (یقین شک کے ساتھ زائل نہیں ہوتا)۔

اگر کسی شئی میں ایک حکم بالیقین ثابت ہو اور پھر اس میں شک لاحق ہو جائے تو اس سے یقینی حکم زائل نہیں ہوگا۔ جب تک لاحق ہونے والا شک یقین میں تبدیل نہ ہو جائے۔ اس قاعدہ کی تائید حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد گرامی سے ہوتی ہے۔

"اِذَا وَجَدَ اَحَدُکُمْ فِیْ بَطْنِہٖ شَیْئًا فَاَشْکَلَ عَلَیْہِ اَخَرَجَ مِنْہُ شَیْءٌ اَمْ لَا؟ فَلَا یَخْرُجَنَّ مِنَ الْمَسْجِدِ حَتّٰی یَسْمَعَ صَوْتًا اَوْ یَجِدَ رِیْحًا"

(الاشباہ والنظائر، ص ۵۶)

(جب تم میں سے کسی نے اپنے پیٹ میں کوئی چیز پائی پھر یہ تمیز مشکل ہوگئی کہ کیا پیٹ سے کوئی چیز خارج ہوئی یا نہیں؟ تو وہ مسجد سے باہر نہ جائے یہاں تک کہ وہ آواز سنے یا ہوا کی بو محسوس کرے)۔

اس ارشادِ گرامی سے یہ معلوم ہوا کہ جب نمازی طہارت کے یقین کے ساتھ اپنی نماز شروع کر دے اور پھر حدث کا شک لاحق ہو جائے تو صرف شک سے طہارت کا یقین باطل نہیں ہوگا۔ ہاں اگر آواز یا بو کے ذریعے حدث لاحق ہونے کا یقین ہو جائے تو پھر سابقہ حکم باطل ہو جائے گا۔

مثالیں:

(۱) اگر کسی نے اپنی نماز بالیقین مکمل کر لی اور پھر رکعت چھوٹ جانے کا شک لاحق ہو جائے تو اس سے یقین زائل نہیں ہوگا۔ نتیجتاً اس پر نماز کا اعادہ لازم نہیں ہوگا۔ ہاں اگر رکعت چھوٹ جانے کا یقین ہو جائے تو پھر نماز کا اعادہ واجب ہوگا۔

(۲) اگر کپڑا نجاست لگ جانے کے سبب ناپاک ہو جائے اور محل نجاست معلوم نہ ہو تو مکمل کپڑے کو دھونا واجب ہے چاہے محل نجاست جاننے کے لئے تحری کی جائے یا نہ کی جائے۔ کیونکہ مکمل دھونے میں کپڑے کی طہارت یقینی ہے جسے محل نجاست کا مشکوک ہونا زائل نہیں کرسکتا۔

☆ امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت سن ۹۳ ہجری میں اور وفات ۱۷۹ ہجری میں ہوئی ☆

قاعدہ نمبر۴:

"الضرورات تبیح المحظورات"

(حاجات ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں)۔

زندگی میں بسا اوقات ایسے حادثات رونما ہوتے ہیں اور ایسے مواقع پیش آجاتے ہیں کہ ممنوع اور حرام شئی کے استعمال کے بغیر کوئی چارہ کار باقی نہیں ہوتا اور جان ضائع ہونے کا یقین کی حد تک شدید خطرہ لاحق ہو جاتا ہے ایسے حالات میں جان کی حفاظت کے لئے ممنوع اشیاء کی اتنی مقدار کا استعمال شرعاً مباح ہے جس سے جان کے ضیاع کا خطرہ باقی نہ رہے۔ یہ قاعدہ رب العالمین کے اس ارشاد گرامی سے مستنبط کیا گیا ہے۔

"اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَیْکُمُ الْمَیْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِیْرِ وَمَا اُهِلَّ بِهٖ لِغَیْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ (البقرہ:۱۷۳)

(اللہ تعالیٰ) اس نے تم پر حرام کیا ہے صرف مردار اور خون اور سور کا گوشت اور وہ جانور جن پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام بلند کیا گیا ہو لیکن جو مجبور ہو جائے۔ درآنحالانکہ وہ نہ سرکش ہو اور نہ حد سے بڑھنے والا تو اس پر (بقدر ضرورت کھا لینے میں) گناہ نہیں۔ بے شک اللہ تعالیٰ بہت گناہ بخشنے والا ہمیشہ رحم کرنے والا ہے)۔

مذکورہ اصول کی مزید شہادت اس واقعہ سے بھی ملتی ہے:

"رُوِیَ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اُتِیَ بِامْرَأَةٍ زَنَتْ فَاَقَرَّتْ فَاَمَرَ بِرَجْمِهَا فَقَالَ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ لَعَلَّ بِهَا عُذْرًا ثُمَّ قَالَ لَهَا مَا حَمَلَکِ عَلَی الزِّنَا قَالَتْ کَانَ لِیْ خَلِیْطٌ وَفِیْ اِبِلِهٖ مَاءٌ وَلَبَنٌ وَلَمْ یَکُنْ فِیْ اِبِلِیْ مَاءٌ وَّلَا لَبَنٌ فَظَمِئْتُ فَاسْتَسْقِیْهِ فَاَبٰی اَنْ یَّسْقِیَنِیْ حَتّٰی اُعْطِیَهٗ نَفْسِیْ فَاَبَیْتُ عَلَیْهِ ثَلَاثًا فَلَمَّا ظَمِئْتُ فَظَنَنْتُ اَنَّ نَفْسِیْ سَتَخْرُجُ اَعْطَیْتُهُ الَّذِیْ اَرَادَ فَسَقَانِیْ فَقَالَ عَلِیٌّ اللّٰهُ اَکْبَرُ! فَمَنِ اضْطُرَّ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَیْهِ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

(روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس ایک عورت لائی گئی جس سے فعل زنا کا ارتکاب ہوا تھا، اس نے اقرار کرلیا تو آپ رضی اللہ عنہ نے اس کے لئے رجم کا حکم صادر کر دیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے کہا شاید اس کا عذر ہو پھر آپ نے اس عورت سے کہا کس چیز نے تجھے زنا کرنے پر برانگیختہ کیا تھا تو اس نے جواباً کہا میرا ایک سفر کا ساتھی تھا اس کے اونٹ پہ پانی بھی تھا اور دودھ بھی جبکہ میرے اونٹ پر نہ پانی تھا اور نہ ہی وہ دودھ دینے والا تھا، پس جب مجھے پیاس محسوس ہوئی تو میں نے اس سے پانی طلب کیا تو اس نے پانی دینے سے انکار کر دیا یہاں تک کہ میں اپنا آپ اس کے سپرد کر دوں میں نے اس کا مسلسل تین بار انکار کیا مگر جب میں نے اتنی پیاس محسوس کی کہ مجھے جان نکلنے کا گمان ہونے لگا تو میں نے اپنا نفس اس طرح اس کے حوالے کر دیا جیسے اس نے خواہش کی تھی تو پھر اس نے مجھے پانی پلا دیا تو یہ سن کر حضرت علی المرتضیٰ نے فرمایا اللہ اکبر! فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَا اِثْمَ عَلَيْهِ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○

(فقہ الاسلام)

مثالیں:

(۱) اگر گلے میں لقمہ اٹک جائے اور شراب کے سوا پانی یا دیگر حلال وطیب مائعات میں سے کوئی بھی موجود نہ ہو تو ایسی حالت میں اپنی جان کے تحفظ کے لئے بقدر ضرورت شراب کا استعمال مباح ہے۔

(۲) ایسی دوا جس میں شراب، افیون یا دیگر کسی حرام چیز کی آمیزش ہو اور کسی مسلمان، حاذق و ماہر طبیب کی تشخیص کا یہ نتیجہ ہو کہ اس دوا کا استعمال لازمی اور ضروری ہے اور ایسی متبادل کوئی دوا نہیں جس سے علاج ممکن ہو تو پھر اس کے لئے حالت اضطرار میں مذکورہ دوا کا استعمال مباح ہے ورنہ نہیں۔

(۳) حالت اکراہ میں زنا اور لواطت وغیرہ غلیظ ترین عمل بھی مباح ہوتا ہے بشرطیکہ مکرہ (مجبور کرنے والے) نے مجبور کو انکار کی صورت میں قتل کرنے یا شدید مارنے کی دھمکی دے رکھی ہو اور وہ

اسے عملی جامہ پہنانے کی قوت وقدرت بھی رکھتا ہو۔

(۴) عندالاکراہ زبان پر کلمہ کفر لانے میں بھی کوئی حرج نہیں بشرطیکہ آدمی کا دل نور ایمان سے منور ہو اور اس میں کسی نوعیت کا شک وشبہ پیدا نہ ہو اور ایسا کرنا تب مباح ہے جب مکرہ نے مجبور کو قتل کرنے کی دھمکی دے رکھی ہو اور انکار کی صورت میں قتل کر دینے کا ظن غالب ہو۔

(۵) اگر کشتی میں سازوسامان زیادہ ہونے کے سبب اس کے غرق ہونے کا شدید خطرہ لاحق ہو جائے تو اسے بچانے کے لئے مال کا کچھ حصہ تلف کرنا مباح ہے اور متلف (ضائع کرنے والا) پر اس کی ضمانت نہیں ہوگی۔

تنبیہ:

اگر بالاکراہ کسی نے دوسرے کو کسی آدمی کے قتل پر مجبور کیا اور انکار کی صورت میں اسے قتل کرنے کی دھمکی دی تو مکرہ کے لئے کسی کو قتل کرنے کی اجازت نہیں کیونکہ مکرہ کا خود قتل ہو جانا کسی غیر کو قتل کرنے کے فتنے سے خفیف ہے۔ ''لِأَنَّ مَفْسدَةَ قَتْلِ نَفْسِهٖ أَخَفُّ مِنْ مَفْسدَةِ قَتْلِ غَيْرِهٖ''
(الاشباہ والنظائر، فقہ الاسلام)

قاعدہ نمبر ۵:

''ما ابیح للضرورۃ بقدر بقدرھا''

(وہ شئی جس کا استعمال ضرورت کے لئے مباح کیا گیا ہو تو ضرورت کے مطابق ہی اس کی مقدار کا تعین کیا جائے گا)۔

وہ شئی جو حقیقتاً ممنوع ہو مگر حالت اضطرار میں اس کا استعمال مباح ہو تو اس کی صرف اتنی مقدار ہی استعمال کی جا سکتی ہے جس سے دفع ضرر ممکن ہو ضرورت سے زائد استعمال درست نہیں۔

مثالیں:

(۱) اگر کہیں ایسے حالات پیدا ہو جائیں کہ کھانے پینے کی کوئی حلال اور پاک چیز میسر نہ ہو اور بھوک اور پیاس اتنی شدت اختیار کر جائیں کہ جان نکلنے کا شدید خطرہ لاحق ہو جائے تو اس حالت اضطرار میں اپنی جان بچانے کے لئے مردار کا گوشت، شراب یا دیگر ممنوعات میں سے

☆ کتاب وسنت سے اخذ کردہ احکام، فقہی احکام کہلاتے ہیں ☆

صرف اتنی مقدار میں استعمال مباح ہے جس سے بھوک اور پیاس کی شدت کم ہو جائے اور موت کا خطرہ ظاہراً ٹل جائے، مگر بعد میں اسے بطور عادت استعمال کرنا قطعاً حرام ہے۔

(۲) طبیب یا ڈاکٹر کے لئے مریض کے مقام ستر کو بقدر حاجت دیکھنا مباح ہے چاہے مریض مرد ہو یا عورت۔ مگر اس سے زائد استمتاع کے لئے اعضاء کو دیکھنا یا مس کرنا حرام ہے۔

(۳) شہید کا خون اس کے اپنے حق میں پاک ہے مگر دوسروں کے لئے یہی خون عدم ضرورت کے سبب نجس ہے۔

(۴) ایامِ جنگ میں فوج کے لئے خالص ریشمی لباس پہننا مباح ہے بشرطیکہ مسلسل ہتھیار اٹھائے رکھنے کے سبب ان کے جسموں کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

قاعدہ نمبر ٦:

"اَلْعَادَةُ مُحكَمَةٌ"

(عادت کو حکم بنایا گیا ہے) یعنی فیصلہ عرف کے مطابق کیا جائے گا۔

عادت کی تعریف:

"اَلْعَادَةُ عِبَارَةٌ عَمَّا يَسْتَقِرُّ فِي النُّفُوسِ مِنَ الْاُمُوْرِ الْمُكَرَّرَةِ الْمَقْبُوْلَةِ عِنْدَ الطِّبَاعِ السَّلِيْمَةِ" (الاشباہ والنظائر)

(عادت سے مراد ایسا عمل ہے جو بار بار وقوع پذیر ہونے کے سبب لوگوں میں پختہ ہو جائے اور سلیم الفطرت اشخاص کے نزدیک مقبول ہو)۔

شرائط:

عرف یا عادت کے معتبر ہونے کے لئے تین شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) "اَنْ لَّا يُخَالِفَ الْعُرْفُ نَصًّا صَرِيْحًا" یعنی عرف نص صریح کے خلاف نہ ہو۔ اگر کسی مسئلہ کا حکم نص صریح سے ثابت ہو مگر عادت اس کے خلاف ہو تو ایسی عادت کا اعتبار نہیں ہوگا بلکہ عمل نص کے مطابق کیا جائے گا۔

(۲) "اِذَا اطَّرَدَتِ الْعَادَةُ عَامًا وَّغَلَبَتْ" وہ عادت عام جاری ہو اور غالب ہو۔ ایسی عادت معتبر نہیں ہوگی جسے اقل افراد نے اپنا رکھا ہو یا کسی شخص معین کا ذاتی عمل ہو۔

☆میں نے امام محمد سے بڑھ کر کوئی فصیح نہیں دیکھا (امام محمد بن ادریس شافعی)☆

(۳) ''اَنْ یَّکُوْنَ الْعُرْفُ عاما فَالْحُکْمُ الْعَامُ لَا یَثْبُتُ بِالْعُرْفِ الْخَاصِ'' وہ عرف عام ہو کیونکہ عام حکم عرف خاص سے ثابت نہیں ہوتا۔

مذکورہ قاعدہ کی تائید حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے اس ارشاد گرامی سے ہوتی ہے:

''وَمَا رَاٰہُ الْمُسْلِمُوْنَ حَسَنًا فَھُوَ عِنْدَاللّٰہِ حَسَنٌ'' (مسند امام احمد)

(وہ شئی یا عمل جسے مسلمانوں نے اچھا گمان کیا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اچھی ہوتی ہے)۔

اس اثر کے بارے میں بعض کا خیال ہے کہ یہ حضور نبی اکرم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ارشاد گرامی ہے۔

مثالیں:

(۱) ایسی اشیاء جن میں ربوٰ پایا جاتا ہے مگر ان کے کیلی یا وزنی ہونے کے بارے میں واضح نص موجود نہیں تو ان پر کیلی یا وزنی ہونے کا حکم عادت اور عرف کے مطابق لگایا جائے گا یعنی جن کی خرید وفروخت کیل سے ہوتی ہے وہ کیلی کہلائیں گی اور جن کی بیع وشرا وزن سے ہوتی ہے وہ وزنی کہلائیں گی۔

(۲) اگر کسی نے اپنی جائیداد کا کچھ حصہ وقف کیا مگر وقف کے مخصوص الفاظ ''وَقَفْتُ لِفُلَانٍ'' وغیرہ استعمال نہ کئے بلکہ اپنے عرف میں مروج الفاظ استعمال کئے تو وقف درست ہوگا۔ اسی طرح اگر قسم اٹھاتے وقت یا نذر مانتے وقت مخصوص الفاظ کی بجائے اپنے عرفی الفاظ استعمال کئے تو اس کی نذر اور قسم صحیح ہوگی۔

(۳) دورانِ نماز ایسا عمل کرنا جسے دیکھنے والے کو گمان ہو کہ یہ حالت نماز میں نہیں تو اس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے اور اس فساد کی علت عرف ہے۔

(۴) اگر بچے کو دودھ پلانے کے لئے دائی اجرت پر لی گئی تو اس کا نان ونفقہ بچے کے باپ کے ذمہ لازم ہوگا۔ اگرچہ عقد کے وقت یہ طے نہ کیا گیا ہو کیونکہ عرف عام میں ایسا ہی مروج ہے اگر باپ نے خرچہ ادا کرنے سے انکار کر دیا تو عرف کا اعتبار کرتے ہوئے اسے شرعاً بھی ادائیگی پر مجبور کیا جا سکتا ہے۔

(۵) اگر کسی نے اپنی بیٹی کو جہیز دینے کے بعد یہ کہنا شروع کر دیا کہ جہیز میں دیا جانے والا سامان

☆ اترکوا قولی بخبر الرسول ﷺ ☆ حدیث شریف کے مقابل میرے قول کو چھوڑ دو (ابوحنیفہ) ☆

میری ذاتی ملکیت نہیں تھا بلکہ کئی لوگوں سے عاریتہً لے کر فقط عزت محفوظ رکھنے کی خاطر دکھلایا گیا لہٰذا مجھے واپس لوٹا دیا جائے تا کہ اصلی مالکان کو واپس کیا جا سکے۔ اگر قائل کا تعلق معاشرہ کے شرفا سے ہو تو اس کا قول قطعاً قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ عرفاً شرفاء جہیز دینے کے بعد واپسی کا مطالبہ نہیں کرتے بلکہ مستقل ملکیت کے ساتھ دیتے ہیں اور اگر اس کا شمار معاشرہ کے رذیل افراد میں ہو تو پھر اس کا قول تسلیم کر لیا جائے گا کیونکہ ایسے لوگوں کا مزاج ایسا ہوا کرتا ہے۔ ہاں اگر کسی معاشرہ میں جہیز کا واضح رواج نہ ہو تو پھر مطلقاً قائل کا قول معتبر سمجھا جائیگا۔

(۶) عورتوں کے ایامِ حیض اور نفاس میں بھی عادت کا اعتبار کیا جاتا ہے۔ مثلاً حیض کی کم سے کم مدت تین دن اور اکثر مدت دس دن ہے۔ جبکہ نفاس کی اکثر مدت چالیس دن اور اقل مدت مقرر نہیں۔ اگر حیض کی صورت میں دس دن گزر جانے کے باوجود خون منقطع نہ ہو تو زائد دنوں کا خون حکماً استحاضہ کہلائے گا اور اگر اس میں عورت کی کوئی عادت معروفہ ہو تو پھر اس کا اعتبار کرتے ہوئے زائد دنوں کا خون استحاضہ کہلائے گا۔ مثلاً کسی کی عادت معروفہ یہ ہو کہ ہر ماہ سات دن حیض آنے کے بعد وہ پاک ہو جاتی ہو مگر اس بار دس دن سے زائد ایام تک دم حیض جاری رہا تو اس کی سابقہ عادت کے مطابق سات دن حیض میں اور بقیہ دن استحاضہ میں شمار ہوں گے۔ یہی حال نفاس میں بھی ہوگا۔

(۷) کسی دعویٰ کے صدق وکذب کے بارے میں بھی عرف کا اعتبار کیا جائے گا۔ یعنی ایسا دعویٰ جس کی تصدیق عرف عام کر رہا ہو وہ قابل سماعت ہوگا اور ثبوت کے لئے گواہ مدعی کے ذمہ ہوں گے اور گواہ نہ ہونے کی صورت میں مدعیٰ علیہ کے ذمہ قسم ہوگی۔ مثلاً ایک صاحب ثروت کسی فقیر کو کچھ مال بطور قرض دیتا ہے اور کچھ مدت کے بعد اس کی واپسی کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کا دعویٰ عرفاً درست ہوگا مگر اس کے برعکس ایسا دعویٰ جس کی تکذیب عرف عام کر رہا تو وہ سماعت کے لئے قبول ہی نہیں کیا جائے گا مثلاً کسی فاسق و فاجر نے کسی شریف، متقی اور معزز آدمی کے خلاف نقب زنی یا عورت سے تعرض کرنے کا دعویٰ کر دیا تو ایسا دعویٰ قابل سماعت نہیں ہوگا بلکہ مدعی کو تعزیری سزا دی جائے گی۔

قاعدہ نمبر ۷:

"اِذَا تَعَارَضَ الْمَانِعُ وَالْمُقْتَضِیْ فَاِنَّهٗ يُقَدَّمُ الْمَانِعُ"

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: تمام لوگ فقہ میں	امام ابوحنیفہ (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے پروردہ ہیں

(جب دلیل مانع اور مقتضی (تقاضا کرنے والی) باہم متعارض آ جائیں تو
دلیل مانع کو مقدم کیا جائے گا)

یعنی جب ایک مسئلہ میں دو دلیلیں آپس میں اس طرح متعارض آئیں کہ ایک حکم کی نفی کا اور دوسری اس کے اثبات کا تقاضا کرتی ہو تو پھر دلیل مانع کو دلیل مثبت پر ترجیح دی جائے گی۔

مثالیں:

۱۔ اگر کسی کو دو زخم لگ جائیں ان میں سے ایک عمداً (جان بوجھ کر) لگایا گیا ہو دوسرا خطأً لگ جائے تو اس صورت میں قصاص نہیں ہوگا کیونکہ عمداً لگایا ہوا زخم قصاص کا تقاضا کرتا ہے۔ جبکہ خطأ لگا ہوا زخم اس کے مانع ہے اس لئے اس کو مقتضی پر ترجیح دی جائے گی۔

۲۔ جب کسی نے دوسرے کے پاس اپنی چیز بطور رہن (گروی) رکھی تو جب تک وہ چیز مرتہن کے پاس رہے گی راہن کے لئے اس میں تصرف جائز نہیں ہوگا اس میں راہن کی ملکیت تصرف کرنے کے جواز کا تقاضا کرتی ہے جبکہ مرتہن کی حق تلفی اس کے مانع ہے اس لئے مانع کو مقتضی پر ترجیح دی جائے گی۔

۳۔ کسی غیر کی عقد پر عقد کرنا مکروہ ہے یعنی اگر ایک آدمی نے دوسرے کے ساتھ مخصوص شئی خریدنے کی بات کر رکھی ہو اور اس کے ثمن وغیرہ کا تعین بھی ہو چکا ہو مگر ابھی تک عقد کی تکمیل باقی ہو۔ اتنے میں کسی دوسرے نے معینہ ثمن سے زیادہ کے عوض وہ چیز خرید لی اور پہلے کو اس سے محروم کر دیا تو ایسا کرنا شرعاً مکروہ اور ناپسندیدہ ہے اب اس میں بیع کی تمام شرائط کا پایا جانا اس کے جواز کا تقاضا کرتا ہے مگر حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی اس کے مانع ہے۔

"لَا یَخْطِبُ الرَّجُلُ عَلٰی خِطْبَةِ اَخِیْهِ وَلَا یَسُوْمُ عَلٰی سَوْمِ غَیْرِهٖ o"
(رواہ البخاری والمسلم)

(کسی آدمی کو اپنے بھائی کی منگنی پر منگنی نہیں کرنی چاہئے اور نہ کسی غیر کے سودے پر سودا کرنا چاہئے)۔

لہٰذا مانع کو ترجیح دیتے ہوئے بیع کو مکروہ قرار دیا گیا۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

۴۔ اذان جمعہ کے بعد بیع کرنا مکروہ تحریمی ہے گو بیع کی تمام شرائط کا موجودہ ہونا اس کے جواز کا تقاضا کرتا ہے مگر "وَذَرُو الْبَیْعَ" (بیع چھوڑ دو) کا امر اس جواز کے مانع ہے اس لئے مانع کو ترجیح دیتے ہوئے کراہت کا حکم صادر کیا گیا جبکہ حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد کے نزدیک یہ بیع سرے سے ہوتی ہی نہیں (کنز الدقائق)

(۵) نماز کی ہر رکعت میں سراً (آہستہ) بسم اللہ شریف پڑھنا سنت ہے مگر اس کے متعلق حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا ارشاد گرامی یہ ہے:

"اِنَّہٗ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ کَانَ یَفْتَتِحُ الصَّلٰوۃَ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ وَکَانَ عُمَرُ وَ عُثْمَانُ وَ عَلِیٌّ یَجْھَرُوْنَ بِھَا"

(بے شک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بسم اللہ شریف سے نماز کا آغاز کرتے تھے اور حضرات عمر، عثمان اور علی رضی اللہ عنہم اسے بالجہر (بلند آواز کے ساتھ) پڑھتے تھے)۔

یہ روایت تقاضا کرتی ہے کہ بسم اللہ شریف بالجہر پڑھنی چاہئے۔ اس کے برعکس دوسری روایت بایں الفاظ ہے:

"عَنْ اَنَسٍ قَالَ صَلَّیْتُ خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَأَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ فَلَمْ اَسْمَعْ اَحَدًا مِنْھُمْ یَجْھَرُ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ"

(حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم حضرات ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنہم کے پیچھے نماز پڑھی اور ان میں سے کسی سے بسم اللہ شریف بالجہر نہیں سنی۔"

اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں:

"کَانَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ لَا یَجْھَرُ بِھَا"

(حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام بسم اللہ بالجہر نہیں پڑھتے تھے)۔

یہ روایات بسم اللہ شریف بالجہر پڑھنے کے مانع ہیں لہٰذا مذکورہ اصول کے مطابق مانع کو مقتضی پر ترجیح دیتے ہوئے حکم سراً پڑھنے کا ہوگا۔

☆ قال الشافعی رحمہ اللہ تعالی : الفقہاء کلھم عیال ابی حنیفہ فی الفقہ ☆

۶۔ حدیث طیبہ ہے:

"عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِاللهِ عَنْ أَبِيهِ أَنَّ رَسُوْلَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَرْفَعُ يَدَيْهِ حَذْوَ مَنْكِبَيْهِ إِذَا افْتَتَحَ الصَّلٰوةَ وَإِذَا كَبَّرَ لِلرُّكُوْعِ وَ إِذَا رَفَعَ رَأْسَهُ مِنَ الرُّكُوْعِ رَفَعَهُمَا كَذَالِكَ أَيْضًا وَقَالَ سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ وَكَانَ لَا يَفْعَلُ ذَالِكَ فِي السُّجُوْدِ" (بخاری شریف)

(حضرت سالم بن عبداللہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز شروع فرماتے تو اپنے ہاتھ کندھوں تک اٹھاتے تھے اور جب رکوع کے لئے تکبیر کہتے اور پھر رکوع سے سر اٹھاتے تو اسی طرح پھر رفع یدین کرتے اور کہتے سَمِعَ اللهُ لِمَنْ حَمِدَهُ رَبَّنَا وَلَكَ الْحَمْدُ اور سجود میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس طرح نہ کرتے تھے)۔

یہ ارشاد گرامی دیگر مسائل کے ساتھ ساتھ رکوع کرتے وقت اور رکوع سے سر اٹھاتے وقت رفع یدین کرنے کا تقاضا کرتا ہے جبکہ اس کے برعکس دوسرا ارشاد گرامی بایں الفاظ موجود ہے۔

"عَنْ بَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا كَبَّرَ لِافْتِتَاحِ الصَّلٰوةِ رَفَعَ يَدَيْهِ حَتّٰى يَكُوْنَ اِبْهَامَاهُ قَرِيْبًا مِنْ شَحْمَتَيْ أُذُنَيْهِ ثُمَّ لَا يَعُوْدُ" (عمدۃ القاری، ج ۵، ص ۲۷۳)

(جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم افتتاح صلوٰۃ کے لئے تکبیر کہتے تو اپنے ہاتھ بلند فرماتے یہاں تک کہ آپ کے انگوٹھے کانوں کی لوؤں کے قریب ہو جاتے اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم رفع یدین کا اعادہ نہ فرماتے)۔

یہ روایت تکبیر تحریمہ کے بغیر رفع یدین کرنے کے مانع ہے لہٰذا مذکورہ اصول کے مطابق مانع کو مقتضی پر ترجیح دی جائے گی۔ (واللہ اعلم بالصواب)

قاعدہ نمبر ۸:

"يقدم في كل ولاية من هو اقدر على القيام بحقوقها ومصالحها"

(ہر ولایت میں ایسے شخص کو دوسروں پر مقدم کیا جائے گا جو اس کے حقوق اور مصالح کے قیام پر زیادہ قدرت رکھتا ہو)۔

یعنی کسی ملک، علاقے یا خاص محکمے کی ولایت ایسے شخص کے حوالے کی جائے گی جو اس کے مسائل حل کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ اس کی پیچیدگیوں سے واقف ہو اور پھر اپنی خداداد ذہانت و فطانت اور اپنی تعلیمی قابلیت کے ساتھ احسن انداز میں انہیں حل کرنے کی اہلیت رکھتا ہو۔

۱۔ پس ولایت عامہ کی زمام ایسے آدمی کے ہاتھ میں دی جائے گی جو ملکی سیاست سے خوب واقف ہو نیز احکام شریعت اور مقاصد شریعت سے بھی آگاہ ہو اور اس کے ساتھ ساتھ یہ جرأت رکھتا ہو کہ اعلیٰ کردار کے مالک باصلاحیت افراد کو مختلف شعبوں کا قلمدان سونپ سکتا ہو اور نااہل اور ناقص الفہم افراد کو معزول کرنے کی قوت بھی رکھتا ہو۔ علاوہ ازیں اپنے ملک کو دشمن کے مکروفریب اور تمام چالوں سے محفوظ رکھنے کی صلاحیت سے معمور ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اپنی مملکت کی تمام تر ضروریات پوری کرنے اور اسے ترقی کی راہ پر گامزن کرنے کے لئے سرمایہ مہیا کرنے اور پھر اسے اپنے صحیح مصرف میں خرچ کرنے کی صلاحیت سے بھی آراستہ ہو۔

امارت کے متعلق حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے چند ارشادات بھی ملاحظہ فرمائیں تاکہ اس کی اہمیت کا صحیح اندازہ ہو سکے۔

"عَنْ أَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْـهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلْإِمَارَۃُ اَمَانَۃٌ وَهِیَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ خِزْیٌ وَنَدَامَةٌ اِلَّا مَنْ اَخَذَهَا مِنْ حَقِّهَا وَاَدَّى الَّذِیْ عَلَیْهِ وَاَنّٰی ذَالِکَ یَا اَبَا ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُ"

(مسند امام اعظم ۳۶۳)

(حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امارت امانت ہے اور قیامت کے دن یہ ذلت اور شرمساری ہے مگر جس نے اس کا حق ادا کیا اور اپنے اوپر عائد ہونے والی ذمہ داری ادا کی (پھر فرمایا) اے ابوذر ایسا ہوتا ہی کہاں ہے)۔

۲۔ طبرانی نے حضرت عوف بن مالک کی روایت اس طرح نقل کی ہے۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے کہ: امام مالک اور سفیان بن عیینہ نہ ہوتے تو حجاز سے علم رخصت ہو جاتا

"اَوَّلُهَا مَلَامَةٌ وَثَانِيْهَا نَدَامَةٌ و ثَالِثُهَا عَذَابُ يَوْمِ الْقِيَامَةِ اِلَّا مِنْ عَدَلٍ"

(امارت کی پہلی سزا ملامت ہے دوسری شرمندگی ہے اور تیسری قیامت کا عذاب ہے مگر (اس کے لئے نہیں) جو عدل وانصاف سے کام لے)۔

یہ ارشادات حکومت وولایت کی نزاکت اور ذمہ داریوں کو جہاں اجاگر کرتے ہیں، ساتھ ساتھ ان کے حق میں ایک سنگین تازیانے کا کام بھی دیتے ہیں، جو اسے ایک کھیل سمجھتے ہوئے دنیوی عیش وعشرت اور نفسانی لذات وشہوات پوری کرنے کا ایک ذریعہ خیال کرتے ہیں کیونکہ اقتدار ایک امانت ہے اور اس کے حقوق ادا نہ کرنے والا خائن ہے۔ نتیجتاً خائن کو قیامت کے دن ندامت شرمساری اور عذاب الٰہی کا سامنا ضرور کرنا پڑے گا اس کے برعکس عادل حکمران کے متعلق حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"عَنْ أَبِيْ سَعِيْدِ الْخُدْرِيْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اَرْفَعَ النَّاسِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِمَامٌ عَادِلٌ.

(مسند امام اعظم، ص ۳۶۴)

(حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے دن تمام لوگوں سے بلند مقام عادل حکمران کا ہوگا)۔

۳۔ ملک میں عدل وانصاف کی فضاء قائم کرنے اور مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے کیلئے شعبہ قضاء کلیدی حیثیت رکھتا ہے لہٰذا اس کا قلمدان ایسے شخص کے سپرد کیا جائے گا جو دیگر علوم کے ساتھ ساتھ احکام شرعیہ میں کامل دسترس رکھتا ہو اور ہر قسم کی حرص وہوس اور لالچ وخوف سے بے نیاز ہو کر عدل وانصاف کے تمام تر تقاضے پورے کرنیکی کلی جرأت رکھتا ہو۔ علاوہ ازیں حد درجہ کی ذہانت وفطانت سے آراستہ ہو تاکہ فریقین کے مکروفریب، عیاری اور دھوکہ دہی سے بآسانی آگاہ ہو سکے اور چاہیئے کہ فریقین کے مابین مساوات قائم کرنے میں کسی کا رعب ودبدبہ یا قوت وطاقت اس کیلئے رکاوٹ نہ بنے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اِذَا اُبْتُلِيَ اَحَدُكُمْ بِالْقَضَاءِ فَلْيَسْوِّ بَيْنَهُمْ فِي الْمَجْلِسِ وَالْاِشَارَةِ

☆ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا سنِ ولادت ۸۰ ہجری اور سن وفات ۱۵۰ ہجری ہے ☆

وَالنَّظْرِ الْحَدِيْثِ“

(جب تم میں سے کسی کو عہدہ قضا سونپا جائے تو اسے چاہئے کہ وہ خصمین کے مابین انہیں بٹھانے، ان کی طرف اشارہ کرنے اور دیکھنے میں مساوات قائم رکھے)۔

قضاء کے متعلق حضور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”عَنْ اِبْنِ بُرَيْدَةَ عَنْ أَبِيْهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْقَضَاةُ ثَلاَثَةٌ قَاضِيَانِ فِي النَّارِ وَقَاضٍ يَقْضِيْ فِي النَّاسِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَ يُوْكِلُ بَعْضَهُمْ مَالَ بَعْضٍ وَقَاضٍ يَتْرُكُ عِلْمَهُ وَيَقْضِيْ بِغَيْرِ الْحَقِّ فَهٰذَانِ فِي النَّارِ وَقَاضٍ يَقْضِيْ بِكِتَابِ اللهِ فَهُوَ فِي الْجَنَّةِ. (مسند امام اعظم)

(حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے فرمایا کہ قاضی تین قسم کے ہیں دو ان میں سے آگ میں ہیں ایک وہ قاضی جو کتاب وسنت کے علم کے بغیر لوگوں کے فیصلے کرتا ہے اور بعض کو بعض کا مال (ناحق) کھلاتا ہے اور دوسرا وہ قاضی جو اپنے علم کو پس پشت ڈال دیتا ہے اور ناحق فیصلے کرتا ہے تو یہ دونوں آگ میں ہوں گے اور تیسرا وہ قاضی جو کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرتا ہے وہ جنت میں ہوگا)۔

اسی نوعیت کے متعدد ارشادات دیگر کتب حدیث میں موجود ہیں لہٰذا اس مرتبہ پر فائز ہونے سے قبل اور بعد انہیں ذہن میں محفوظ رکھنا اور پھر ان کے مطابق عمل کرنا ضروری ہے۔

۴۔ کسی بھی مملکت میں محکمہ دفاع (فوج) انتہائی حساس اور کلیدی حیثیت رکھتا ہے جتنا یہ ادارہ مضبوط اور مستحکم ہوگا اتنا ہی ملک اندرونی اور بیرونی سازشوں اور خلفشار سے محفوظ رہے گا اور ترقی کی منزل کی طرف اس کا سفر تیزی سے رواں دواں رہے گا اس لئے یہ ضروری ہے کہ اس کا سالار اعظم اور قائد ایسے شخص کو بنایا جائے جو اعلیٰ درجے کا دلیر اور جری ہو۔ عزم واستقلال کا پیکر ہو اور عالی حوصلہ ہونے کے ساتھ ساتھ پیشہ ورانہ صلاحیتوں سے بھی معمور ہو۔ علاوہ ازیں محبّ وطن اور ماہر جنگجو ہو۔ اپنی افواج میں پیشہ ورانہ مہارت اور جذبہ حب الوطنی پیدا

کرنے کے ساتھ ساتھ اتحاد و یگانگت رکھنے میں ید طولیٰ رکھتا ہو۔ دشمن کے مکر وفریب عیاری اور جنگی چال سے خوب آگاہ ہو اور وقت آنے پر پوری ہمت اور قوت کے ساتھ ان کا منہ توڑ جواب دینے کی صلاحیت بھی رکھتا ہو۔ نہ کہ یہ عظیم اور نازک تر عہدہ ایسے شخص کے سپرد کر دیا جائے جو جذبہ جہاد سے عاری ہو اور فنونِ حرب سے نابلد ہو۔ اگر ایسا کیا جائے تو مشکل لمحات میں یہ سنگین نتائج سے دوچار کرنے کا سبب بن سکتا ہے۔

۴۔ نماز کی امامت کے لئے بھی ایسے ہی آدمی کو ذمہ داری سونپی جائے جو تمام حاضرین میں اس کا زیادہ اہل ہو۔ یعنی نماز سے متعلقہ مسائل سے اچھی طرح واقف ہو۔ قرآنِ پاک کی تلاوت احسن انداز میں کرنے کی قدرت رکھتا ہو اور اس کے ساتھ ساتھ متقی اور پرہیز گار بھی ہو۔

نوٹ: مذکورہ قاعدہ کے پیشِ نظر ولایت عامہ، وزارتِ عظمیٰ، وزارت علیا، عدلیہ، انتظامیہ اور فوج یا اسی نوعیت کے دیگر اعلیٰ مراتب کے لئے مردوں کو عورتوں پر ترجیح دی جائے گی کیونکہ ان تمام میں مرد عورتوں کی نسبت اعلیٰ کارکردگی کا مظاہرہ احسن انداز میں کر سکتے ہیں اور عائد ہونے والی تمام تر ذمہ داریوں کو بحسن وخوبی سرانجام دے سکتے ہیں مگر اس کے برعکس بچوں کی پرورش اور تربیت وغیرہ میں عورتوں کو مردوں پر فوقیت حاصل ہے کیونکہ ان میں بچوں کی ضد اور ہٹ دھرمی کو برداشت کرنے کی صلاحیت وقوت زیادہ ہوتی ہے اور علاوہ ازیں مردوں کے مقابلہ میں زیادہ شفیق اور نرم خو بھی ہوتی ہیں۔ (واللہ اعلم بالصواب)

(جاری ہے)

Rules of Islamic Law

English translation of

Qanoon-e-Shariat

Publisher: Suffah Foundation

Jamia Masjid Ghousia, 73, Victoria Road, Lockwood

Huddersfield. U.K. www.suffahfoundation.com

e.mail: info@suffahfoundation.com

کیا آپ کو معلوم ہے کہ: ☆ قانونِ شریعت ہی کا دوسرا نام فقہِ اسلامی ہے ☆